# اَحکامی وغیر اَحکامی احادیث- ایک عددی/شماریاتی تجزیہ

ڈاکٹر حافظ مبشر حسین *

The classical *hadith* corpus is generally an amalgam of legal and non-legal traditions and thus, it is not an easy task to differentiate between the two categories. In the formative period of Islamic law, Muslim jurists had shown their keen interest, to a great extent, to the legal traditions employing them in their legal discourse. However, there is hardly still available an account or study which deals with enumeration of all the legal traditions. In this paper the author has made an effort to enumerate them and reached the conclusion that all the legal traditions employed by several prominent jurists during the second and third centuries of the *hijrah* were about four to five thousand in number including authentic and otherwise traditions. About 1500 of them were employed by Hijazi jurists and more or less the same were used by Abū Yūsuf and al-Shaybānī (Hanafi jurists) in their entire legal corpus. Whereas the rest of legal traditions were employed here and there by other jurists in the period under study. Moreover core part of most authentic legal traditions was not more than around 1500 (one thousand and five hundred). Hardly a jurist in the said period had full access to all the said legal collection, however, Iraqi jurists had a privilege over Hijazi jurists since they travelled many times to Hijaz to learn hadith, whereas, on contrary, only rare examples can be found. Though Hanafi jurists had access to both Iraqi and Hijazi *hadith* corpus, but they only employed more or less about one thousand to one thousand and five hundred legal traditions and ignored the rest following the strict and specific criteria of hadith criticism set by their founders.

مختلف اہل علم نے اغلبیت [1] کا لحاظ کرتے ہوئے نصوص میں احکامی اور غیر احکامی کی تقسیم کی ہے۔ احکامی سے مراد وہ نصوص ہیں جن کا تعلق واضح طور پر حلال وحرام (یا دوسرے لفظوں میں شرعی عملی مسائل) سے ہے، جب کہ غیر احکامی سے مراد وہ نصوص ہیں جو ان کے علاوہ ابواب مثلاً فضائل و مناقب، زہد ورقاق، تاریخ وسیر اور فتن وغیرہ سے متعلق ہیں[2]۔

نصوص کا وہ حصہ جو "احکام" سے تعلق رکھتا ہے، غیر احکامی حصہ کے مقابلہ میں بہت کم ہے ، چنانچہ قرآن مجید کی ٦٦٦٦ (یا اس سے کچھ کم [3]) آیات میں سے احکامی آیات ایک محتاط اندازے کے مطابق ٥٠٠ یا اس سے بھی کم ہیں[4]۔ اسی طرح احادیث کا وہ اہم حصہ جو "احکام" سے تعلق رکھتا ہے، غیر احکامی حصہ کے مقابلہ میں بہت کم ہے [5]، لیکن کم ہونے کے باوجود اس کا عدد کیا ہے، زیر نظر مقالہ میں اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

* اسسٹنٹ پروفیسر / سربراہ شعبہ سیرت، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

احکامی احادیث کی تعداد کا اندازہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اس بات کا اندازہ نہ ہو جائے کہ کل احادیث کتنی ہیں[6]۔ اس لیے زیر نظر بحث کو درج ذیل نکات میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی :

۱۔ رُوّاۃ صحابہ

۲۔ کل احادیث

۳۔ اَحکامی احادیث

**۱۔ رُوّاۃ صحابہ**

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی احادیث آپ کے صحابہ ہی کے ذریعے امت کو نقل ہوئی ہیں۔ صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ سے جو کچھ سیکھا، جو کچھ سنا اور جو کچھ آپؐ کو کرتے دیکھا، اسے اپنے اپنے حفظ، فہم اور اعتماد کی بنیاد پر آگے روایت کر دیا۔ صحابہ کرام کی کل تعداد کے بارے میں کوئی مستند قول تو موجود نہیں، تاہم بعض اہل علم نے یہ تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی ہے[7]، مگر ان میں سے حدیث کی روایت کرنے والے صحابہ مشہور محدث امام حاکم کے بقول صرف چار ہزار ہیں جن میں صحابیات بھی شامل ہیں [8] اور ان میں سے بھی جنہوں نے ایک معقول تعداد میں روایت کی ہے، وہ گنے چنے افراد ہیں جیسا کہ آئندہ تفصیل سے واضح ہو گا۔

رُوّاۃ صحابہ اور ان کی مرویات پر امام ابن حزم نے "اسماء الصحابہ الرُوّاۃ" میں نہایت عمدہ بحث کی ہے، آئندہ سطور میں اس کا کچھ ضروری حصہ، حواشی کے ساتھ اضافہ کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔

1. صحابہ کرام میں زیادہ احادیث کی روایت کرنے والے یعنی مکثرین صحابہ اور ان کی مرویات [9] درج ذیل ہیں:

1) حضرت ابو ہریرہ۔ (مرویات ۵۳۷۴)[10]۔

2) حضرت عبد اللہ بن عمر۔ (مرویات ۲۶۳۰)۔

3) حضرت انس بن مالک۔ (مرویات ۲۲۸۶)۔

4) حضرت عائشہ۔ (مرویات ۲۲۱۰)۔

5) حضرت ابن عباس۔ (مرویات ۱۶۶۰)۔

6) حضرت جابر بن عبد اللہ۔ (مرویات ۱۵۴۰)۔

7) حضرت ابو سعید خدری۔ (مرویات ۱۱۷۰)۔[11]

گویا یہ سات صحابہ ہیں جنہوں نے زیادہ بڑی تعداد، یعنی ایک ہزار سے زائد احادیث، کی روایت کی ہے۔

2. اس کے بعد وہ صحابہ ہیں جن کی روایات [دو سو سے زائد مگر] ایک ہزار سے کم ہیں اور یہ صرف دس صحابہ ہیں یعنی :

1) حضرت عبد اللہ بن مسعود۔ (مرویات ۸۴۸ )۔

2) حضرت علی بن ابی طالب۔ (۵۳۶ )۔

3) حضرت عبد اللہ بن عمرو۔

4) حضرت عمر۔ (مرویات ۵۳۷)۔

5) حضرت ابو موسیٰ اشعری۔ (مرویات ۳۶۰)۔

6) حضرت براء بن عازب۔ (مرویات ۳۰۵)۔

7) حضرت ابو امامہ باہلی۔

8) حضرت سعد بن ابی وقاص۔ (مرویات ۲۷۱)۔

9) حضرت ابو ذر غفاری۔

10) حضرت ام سلمہ۔

3. اس کے بعد وہ صحابہ ہیں جن کی روایات سو سے زائد ہیں اور یہ انیس (۱۹) صحابہ ہیں یعنی:

1) حضرت ابو بکرؓ۔

2) حضرت عثمانؓ۔

3) حضرت عبادہ بن صامتؓ۔

4) حضرت عمران بن حصینؓ۔

5) حضرت ابو درداءؓ۔

6) حضرت ابو قتادہؓ۔

7) حضرت بریدہؓ۔

8) حضرت ابی بن کعبؓ۔

9) حضرت معاویہؓ۔

10) حضرت ابو ایوب انصاریؓ۔

11) حضرت مغیرہؓ۔(مرویات ۱۳۶)۔

12) حضرت ابو بکرہؓ۔

13) حضرت نعمان بن بشیرؓ۔(مرویات ۱۱۴)۔

14) حضرت ابو مسعود انصاریؓ۔(مرویات ۱۰۲)۔

15) حضرت جریر بن عبد اللہؓ۔

16) حضرت سہل بن سعدؓ۔

17) حضرت معاذ بن جبلؓ۔

18) حضرت اسامہ بن زیدؓ۔

19) حضرت ثوبانؓ۔

4. اس کے بعد وہ صحابہ ہیں جن کی روایات سو سے کم ہیں اور یہ چوراسی (۸۴) صحابہ ہیں۔

5. اس کے بعد وہ صحابہ ہیں جن کی روایات انیس (۱۹) ہیں اور یہ صرف دو صحابی ہیں۔

6. اس کے بعد چھ صحابہ ہیں جن کی روایات اٹھارہ (۱۸) ہیں۔

7. سترہ حدیثیں روایت کرنے والے صرف تین صحابی ہیں۔

8. سولہ حدیثیں روایت کرنے والے بھی صرف تین صحابی ہیں۔

9. پندرہ حدیثیں روایت کرنے والے صرف چار صحابی ہیں۔

10. چودہ حدیثیں روایت کرنے والے صرف گیارہ صحابی ہیں۔

11. تیرہ حدیثیں روایت کرنے والے صرف سات صحابی ہیں۔

12. سب سے زیادہ تعداد ان صحابہ کی ہے جنہوں نے ایک ہی حدیث روایت کی ہے۔

13. اس کے بعد ان کی تعداد زیادہ ہے جنہوں نے تین حدیثیں روایت کی ہیں[12]۔

### رُوّاۃ صحابہ کی قلت کی وجوہات

صحابہ کرام کی اتنی بڑی تعداد میں سے صرف چار ہزار صحابہ کا روایت کرنا اور ان میں سے بھی انگلیوں پر گنے جانے والوں کا ایک معقول تعداد میں حدیث کی روایت کرنا ایک عام آدمی کے لیے یہ سوال پیدا کرتا ہے کہ ایسا کیوں ہے ؟ آگے بڑھنے سے پہلے اس کا جواب دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ راقم الحروف کی رائے میں ایسا درج ذیل وجوہات کے پیش نظر ہے:

1. اس کی ایک وجہ تو حفظ، ضبط اور فہم کے حوالے سے صحابہ میں پایا جانے والا فطری تفاوت ہے اور روایت حدیث چونکہ ایک اہم ترین ذمہ داری تھی، اس لیے از راہِ احتیاط اسے وہی شخص اپنے ذمہ لیتا جسے اپنے حفظ، ضبط اور بیان کی جانے والی حدیث پر پوری طرح شرح صدر ہوتا اور وہ اس اطمینان و اعتماد کے بعد ہی حدیث کی روایت کرتا کہ وہ اس میں اپنی طرف سے کوئی اور بات نہیں ملا رہا۔ کیونکہ صحابہ کرام اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: "جس نے کوئی ایسی بات جان بوجھ کر میری طرف منسوب کی جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے"[13]۔

اسی حد درجہ احتیاط ہی کا نتیجہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے ہر شخص روایت حدیث کی ذمہ داری خود اپنے کندھوں پر اٹھانے کی بجائے دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دیتا جیسا کہ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک سو بیس انصاری صحابہ کو دیکھا ہے کہ روایت حدیث کی ضرورت پڑنے پر ان میں سے ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ اس کی بجائے کوئی اور ہی حدیث بیان کردے [14]۔ اسی طرح علاء بن سعد بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ "صحابہ میں سے کسی صحابی سے کہا گیا کہ آپ ہمیں فلاں فلاں صحابہ کی طرح [بکثرت] حدیثیں کیوں نہیں بیان کرتے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ نہیں کہ میں نے ان صحابہ کی طرح حدیثیں نہیں سنیں اور ان کی طرح نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں رہا، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ روایت حدیث کا سلسلہ جاری ہے اور مجھے یہی کافی ہے کہ میری جگہ دوسرے لوگ روایت حدیث کا کام کر رہے ہیں، جبکہ مجھے حدیث بیان کرنے میں کمی بیشی سرزد ہو جانے کا خوف ہے"[15]۔

یہاں یہ وضاحت نہیں کہ یہ بات کس صحابی سے کہی گئی، تاہم کچھ اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی ایک صحابہ کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آیا ہے، مثلاً یزید بن حیان تیمی کہتے ہیں کہ میں اور حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم حضرت زید بن ارقم کے پاس گئے اور حصین نے ان سے کہا، اے زید! آپ نے بہت خیر پائی ہے، اس لیے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے، ان کے ساتھ غزوات میں شرکت کی ہے، اور ان کے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں، آپ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں بیان کریں تو زید نے ان سے کہا کہ بھتیجے! میں بہت بوڑھا ہو گیا ہوں اور نبی کریم ﷺ سے جو حدیثیں مجھے یاد تھیں، ان میں سے بعض بھول گیا ہوں، اس لیے جو کچھ میں تمہیں بیان کردوں پس وہ قبول کرو اور جو کچھ بیان نہ کروں، اس کے لیے مجھے مجبور نہ کیا کرو[16]۔

2. اس کی دوسری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ خلفاء بالخصوص حضرت عمرؓ اشاعت حدیث کے سلسلہ میں ہر کسی کو کھلی اجازت دینے کی بجائے ممکنہ حد تک حکومتی سطح پر اس چیز کا انتظام کرتے کہ بلاد اسلامیہ میں کبار علماء صحابہ کو حدیث اور دین کی تعلیم کے لیے متعین کریں تاکہ علوم نبوت پوری صحت و توثیق (وثاقت) کے ساتھ امت میں منتقل ہوں، جیسا کہ شاہ ولی اللہؒ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں: "حضرت عمرؓ نے عبد اللہ بن مسعودؓ کو ایک جماعت دے کر کوفہ میں، معقل بن یسارؓ، عبد اللہ بن معقل، اور عمران بن حصین کو بصرہ میں اور عبادہ بن صامت اور ابو درداء کو شام میں بھیجا۔ اور معاویہ بن ابی سفیان جو شام کے امیر تھے، انہیں پوری تاکید سے کہا کہ ان صحابہ کی (بیان کردہ) حدیث سے تجاوز نہ کرنا"۔[17]

3. اس کی تیسری وجہ یہ ہے کہ عہد صحابہ میں کتابت حدیث کی طرح روایت حدیث کا سلسلہ بعد کے ادوار کی نسبت کم تھا، اس لیے کہ صحابہ کی زندگی عملاً دین کا نمونہ تھی اور لوگ صحابہ کے طرز عمل ہی سے دین سیکھ لیتے تھے، بالخصوص عبادات کا بڑا حصہ اس کی نمایاں مثال ہے۔

4. اس کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ احادیث کا وہ اہم حصہ جو "احکام" سے تعلق رکھتا ہے، غیر احکامی حصہ کے مقابلہ میں بہت کم ہے [18]، بالکل اسی طرح جس طرح قرآن مجید کی ٦٦٦٦ (یا اس سے کچھ کم) آیات میں سے احکامی آیات ایک محتاط اندازے کے مطابق ٥٠٠ یا اس سے بھی کم ہیں[19]۔ اور ایک فقیہ اور معلم کو چونکہ فقہی استنباطات کے لیے قرآن کے علاوہ یہی احکامی احادیث درکار ہوتی ہیں، اس لیے ضرورت پڑنے پر صحابہ کرام عام طور پر انہی احادیث کی روایت کا زیادہ اہتمام کرتے تھے۔

## ٢۔ کل صحیح احادیث

چونکہ احادیث کا معاملہ یہ ہے کہ انہیں قرآن مجید کی طرح ایک ہی جگہ جمع کر دینا ممکن نہیں تھا اور نہ ہی آج تک ایسا ہو سکا۔ اس کی بہت سی وجوہات کے ساتھ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کئی ایک احادیث کی صحت و استناد کے بارے میں اہل علم میں اتفاق رائے نہیں ہے، مثلاً ایک ہی حدیث بعض محدثین کے نزدیک صحیح ہے تو ضروری نہیں کہ وہی حدیث بعض دیگر محدثین یا فقہاء کے نزدیک بھی صحیح ہو۔ اسی طرح اس کے برعکس مثالیں بھی موجود ہیں، حالانکہ قرآن مجید کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سوال کہ "احادیث کل کتنی ہیں؟" کا قطعیت کے ساتھ جواب نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن اس کا یہ معنی بھی نہیں کہ صحیح احادیث کے بارے میں کوئی اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔ حدیث کی جمع و تدوین کے

سنہری دور میں اہل علم نے صحیح احادیث اور ان میں سے جن کا تعلق احکام (حلال و حرام) سے ہے، کی تعداد کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جس کی تفصیل اگلے عنوان کے تحت آرہی ہے۔

ایک عمومی اندازے کے طور پر یہ بات واضح رہے کہ کل صحیح احادیث کی تعداد متون اور ان کے عدم تکرار کے اعتبار سے چند ہزار سے زائد نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ مشہور کتب احادیث میں غیر مکرر احادیث چند ہزار ہی ہیں [20] اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ محدثین کے ہاں ایسے اقوال ملتے ہیں جن میں لاکھوں احادیث کی موجودگی کا اشارہ ملتا ہے [21] تو اس سے یہ اشتباہ نہیں ہونا چاہیے کہ شاید احادیث لاکھوں میں تھیں یا لاکھوں میں ہیں۔ ایسا نہیں ہے، اس لیے کہ جن علماء نے لاکھوں کی بات کی ہے، تو اس سے ان کے پیش نظر مرفوع، موقوف (آثار صحابہ)، اور مقطوع (آثار تابعین) تینوں بنیادی اقسام سے تعلق رکھنے والی ہر طرح کی روایات (صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع) مراد ہیں اور وہ بھی اپنے تمام طرق واسناد کے ساتھ [22]۔

**۳۔ احکامی احادیث**

احکامی احادیث سے مراد وہ احادیث ہیں جن کا تعلق واضح طور پر حلال و حرام سے ہے، اس لیے عقائد وایمانیات، فضائل و مناقب، زہد و رقاق، تاریخ و سیر اور فتن وغیرہ سے متعلقہ روایات جو یقیناً احکامی روایات سے زیادہ تعداد میں روایت ہوئی ہیں، ان میں شمار نہیں کی جائیں گی۔

رہا یہ سوال کہ احکامی نوعیت کی احادیث کی تعداد کیا ہے؟ تو اس کا جواب بھی اسی طرح قطعیت کے ساتھ نہیں دیا جا سکتا جس طرح کل صحیح احادیث کی تعداد کا نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن جب صحیح احادیث کی تعداد کا قطعیت کا دعویٰ کیے بغیر اندازے کے ساتھ دیا جا سکتا ہے، تو اس کا بھی دیا جا سکتا ہے، چنانچہ اہل علم نے اس سلسلہ میں اپنے اپنے علم کے مطابق کوشش کی ہے۔ ذیل میں اس سلسلہ میں اہل علم کے چند اقوال ملاحظہ فرمائیں:

1) امام شافعیؒ سے احکامی احادیث (اصول الاحکام) کی تعداد کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ وہ پانچ سو ہیں [23]۔

2) سفیان ثوری، شعبہ، ابن مہدی، اور امام احمد وغیرہ سے بعض اہل نے نقل کیا ہے کہ ان کی رائے میں احکامی احادیث کی تعداد چار ہزار کے لگ بھگ ہے [24]۔

3)ابن حجر نے اسحاق بن راھویہ سے نقل کیا ہے کہ یہ تعداد انہوں نے سات ہزار سے کچھ زائد بیان کی ہے[25]، مگر اس کی انہوں نے کوئی سند ذکر نہیں کی۔

4)امام احمد نے ابن مہدی سے (شمار دوم کے بر عکس)اور اسحاق بن راہویہ نے یحیٰ بن سعید سے نقل کیا ہے کہ حلال و حرام سے متعلقہ احادیث آٹھ سو ہیں[26]۔

5)امام احمد کے حوالے سے ابن تیمیہ نے یہ بات ذکر کی ہے کہ ان کے نزدیک احکامی اور اصولی نوعیت کی احادیث کی تعداد ایک ہزار سے بارہ سو کے درمیان تھی[27]۔

6)عبد اللہ بن مبارک کی رائے میں نو سو اور امام ابو یوسف کی رائے میں گیارہ سو ہیں[28]۔

7)ابن العربی کی رائے میں صحیحین میں کل احادیث میں سے احکامی نوعیت کی احادیث کی تعداد دو ہزار ہے[29]۔

8)امام ابو داؤد کے خیال میں احکامی احادیث کی تعداد چار ہزار آٹھ سو ہے جیسا کہ اس کا احاطہ انہوں نے اپنی سنن میں کیا ہے بلکہ انہوں نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ جو حدیث میری سنن کے علاوہ کہیں آپ دیکھیں جس میں کوئی ایسا مضمون ہو جسے میں نے روایت نہیں کیا تو وہ یقیناً ضعیف ہو گی کیونکہ میں نے اپنی سنن میں تمام احادیث کا استقصاء کر دیا ہے[30]۔

زیادہ تر اہل علم نے احکامی احادیث کی تعداد پانچ سو ایک ہزار کے لگ بھگ ذکر کی ہے۔ رہی بات امام ابو داؤد کی رائے کی جس کے مطابق یہ تعداد چار ہزار سے زائد ہے (جیسا کہ انہوں نے عملاً اپنی سنن میں انہیں جمع کر دیا ہے) تو در حقیقت اس میں مرسل روایات بھی شامل ہیں اور مکررات بھی۔ نیز وہ روایات بھی اس میں شامل ہیں جو احکام کے دائرہ سے خارج ہیں، مثلاً جیسے فضائل علم، فتن و ملاحم، علامات قیامت، آداب و اخلاق اور عقیدہ و کلام سے متعلق ہیں [31]۔ اور پھر ایسی روایات بھی ہیں جن کی صحت و ثبوت پر اعتراضات بھی ہیں[32]۔

مذکورہ بالا اقوال میں بعض اہل علم نے تطبیق دینے کی کوشش کی ہے، حافظ ابن حجر کی اس بارے میں رائے یہ ہے:

وقال کل منهم بحسب ما یصل إلیه ولهذا اختلفوا[33]

حافظ ابن قیم کی درج ذیل رائے بھی اس مسئلہ میں تطبیق کی ایک شکل ہے:

وأصول الأحکام التی تدور علیها نحو خمسمائة حدیث و فرشها و تفاصیلها نحو أربعة آلاف حدیث[34]

راقم الحروف نے "اَحکامی احادیث کتنی ہیں؟" کا جواب ایک محتاط اندازے سے دینے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلہ میں دوسری اور تیسری صدی ہجری کے چند اہم اور بنیادی نوعیت کے مجموعہ ہائے احادیث یعنی مؤطا اور صحاح ستہ کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اس لیے کہ باقی مجموعہ ہائے احادیث میں زیادہ تر انہی احادیث کا لفظاً یا معنیً تکرار ہے اور اگر ان میں کہیں زائد و اضافی مضمون کی حامل احادیث ہیں تو وہ اگر صحیح ہیں تو نہایت قلیل ہیں ورنہ زیادہ تر غرائب و مناکیر کی قبیل سے ہیں۔

**دوسری اور تیسری صدی ہجری کی اہم کتب احادیث**

1) امام مالک (۹۳-۱۷۹ھ) کی مؤطا میں امام زرقانی کے شمار کے مطابق کل ۱۹۵۵ روایات ہیں جن میں مرفوع روایات: ۲۰ ۷ ہیں اور ۶۱۳ روایات موقوف (آثار صحابہ) ہیں اور باقی روایات مقطوع (آثار تابعین) ہیں۔

2) امام محمد بن اسماعیل البخاری (۱۹۴-۲۵۶ھ) کی "صحیح" میں روایات کی کل تعداد دارالسلام (الریاض/پاکستان) کے نسخہ کی ترقیم کے مطابق ۷۵۶۳ ہے۔ اس میں مکررات بھی شامل ہیں اور تکرار کے بغیر تقریباً ۲۶۰۰ سے ۳۰۰۰ تک روایات ہیں[35]۔

3) امام مسلم بن حجاج (۲۰۴-۲۶۱ھ) کی "صحیح" میں روایات کی کل تعداد دارالسلام (الریاض) کے نسخہ کی ترقیم کے مطابق ۷۵۶۳ ہے۔ اس میں مکررات بھی شامل ہیں ۔امام منذری نے حذف تکرار کے ساتھ اس کا اختصار کیا ہے اور تکرار کے بغیر روایات کی تعداد ۲۲۰۰ شمار کی ہے۔

4) امام ابو داؤد (۲۰۲- م ۲۷۵ھ) کی سنن میں روایات کی کل تعداد دارالسلام (الریاض) کے نسخہ کی ترقیم کے مطابق ۵۲۷۴ ہے۔

5) امام ترمذی (۲۰۰- م ۲۷۹ھ) کی سنن میں روایات کی کل تعداد دارالسلام الریاض کے نسخہ کی ترقیم کے مطابق ۳۹۵۶ ہے۔

6) امام نسائی (۲۱۵- م ۳۰۳ھ) کی سنن میں روایات کی کل تعداد دارالسلام الریاض کے نسخہ کی ترقیم کے مطابق ۵۷۶۱ ہے۔

7) امام ابن ماجہ (۲۰۹-۲۷۳ھ) کی سنن میں روایات کی کل تعداد دارالسلام الریاض کے نسخہ کی ترقیم کے مطابق ۴۳۴۱ ہے[36]۔

8) امام احمد (۱۶۴-۲۴۱ھ) کی مسند میں کم و بیش تیس ہزار روایات [37] موجود ہیں مگر ان میں مکرر روایات بہت زیادہ ہیں۔ اس لیے کہ آپ نے ہر صحابی کی ہر وہ روایت جو آپ کے نزدیک مستند تھی یا اس میں ضعف شدید نہیں تھا، اسے اپنی مسند میں جمع کرنے کی کوشش کی ہے جس سے بہت زیادہ تکرار پیدا ہو گیا ہے۔ اس بات کا ایک بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ صحاحِ ستہ کے مؤلفین کے سامنے امام احمد کا یہ کام یقیناً موجود تھا [38]، اور انہوں نے اپنے مجموعہ ہائے احادیث مرتب کرتے ہوئے اس سے فائدہ بھی اٹھایا مگر خود ان میں سے کسی کے مجموعہ میں بھی آٹھ ہزار سے زیادہ روایات جمع نہیں ہو سکیں۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ روایات کی تعداد بھی ۷۵۶۳ تک ہی پہنچتی ہے جس میں بڑی حد تک تکرار بھی شامل ہے۔

## تجزیہ

مؤطا میں مرفوع روایات ۷۰۰ سے کچھ زائد ہیں۔ مؤطا دوسری صدی ہجری کی تصنیف ہے جبکہ اس کے علاوہ گزشتہ سطور میں ذکر کی گئی باقی کتب تیسری اور چوتھی صدی ہجری سے تعلق رکھتی ہیں اور یہ وہ دور ہے جب جمع و تدوینِ حدیث کا عمل عروج پر تھا۔ صحاح ستہ میں سے ہر کتاب میں تکرار کے بغیر کم و بیش تین سے چار ہزار روایات ہیں جن میں احکامی کے علاوہ غیر اَحکامی روایات مثلاً تفسیر، مناقب، زہد، عقائد، اخلاق اور فتن وغیرہ سے متعلقہ احادیث بھی ہیں۔ کم و بیش یہی صورتحال چوتھی صدی ہجری کے دو بڑے محدث یعنی امام ابن حبان اور امام حاکم کی کتب احادیث میں پائی جاتی ہے[39]۔

اب اگر ان کتب کا باہمی تقابل کر کے دیکھا جائے کہ ان میں مکررات کے بغیر کل کتنی روایات ہیں تو یہ عدد چند ہزار سے آگے نہیں جائے گا، اس لیے کہ ان امہات کتبِ حدیث کی اکثر احادیث مشترک ہیں[40]، چنانچہ ابن العربی جیسے احکامی مسائل کے ماہر کے بقول صحیحین میں تقریباً دو ہزار [غیر مکرر] احکامی احادیث ہیں[41]۔

ایک معاصر محقق محمد امین کی تحقیق کے مطابق صحیحین میں غیر مکرر احادیث ۲۹۸۰ ہیں۔ ابو داؤد میں ۲۴۵۰ روایات ایسی ہیں جو صحیحین میں موجود نہیں ہیں۔ سنن ترمذی میں ۱۳۵۰ روایات ایسی ہیں جو

صحیحین اور ابو داؤد میں موجود نہیں ہیں۔ سنن نسائی میں ۲۴۰۰ روایات ایسی ہیں جو گزشتہ چاروں کتابوں میں موجود نہیں ہیں۔[ یہاں تک کتب خمسہ کی غیر مکرر احادیث کی کل تعداد ۹۱۸۰ بنتی ہے [42]] سنن ابن ماجہ میں ۶۰۰ روایات ایسی ہیں جو گزشتہ پانچوں کتابوں میں موجود نہیں ہیں [43]۔ مؤطا میں ۵۰ روایات ایسی ہیں جو کتب ستہ میں موجود نہیں ہیں۔ اور امام شوکانی کی نیل الاوطار (جس میں کچھ اور محدثین مثلاً دار قطنی، طبرانی وغیرہ کی روایات بھی ہیں) میں ۵۰۰ روایات ایسی ہیں جو گزشتہ کتابوں کی روایات سے زائد ہیں۔ مسند احمد میں ۱۵۰۰ ایسی غیر مکرر روایات ہیں جو کتب ستہ اور مؤطا میں موجود نہیں ہیں۔ اس طرح حدیث کی مشہور اور متداول کتابوں میں کل احادیث تقریباً ۱۱۸۳۰ ہے۔ اور اس تعداد میں سے نصف سے زائد روایات کی صحت واستناد پر کسی نہ کسی اعتبار سے نقد بھی کیا گیا ہے[44]۔

محمد امین کی تحقیق سے اتفاق کرتے ہوئے ایک صاحب لکھتے ہیں کہ امام محمد بن محمد المغربی کی حدیث پر کتاب "جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد" ہے جس کی سید عبد اللہ ہاشم الیمانی نے "اعذب الموارد فی تخریج جمع الفوائد" کے نام سے تخریج کی ہے۔ یہ کتاب حدیث کے چودہ اہم اور مشہور مجموعہ جات کا احاطہ کیے ہوئے ہے، اور اس میں غیر مکرر روایات کی کل تعداد کم وبیش دس ہزار ہے جن میں سے نصف سے زائد ضعیف ہیں[45]۔

### خلاصہ ونتائج بحث

معاصر علمی حلقوں میں پائی جانے والی صحیح اور ضعیف کی مذکورہ بالا بحث سے قطع نظر اگر نتائج بالا کو مد نظر رکھتے ہوئے احکامی وغیر احکامی کے لحاظ سے مذکورہ کتبِ حدیث میں سے احادیثِ احکام کو الگ کیا جائے تو ان کی تعداد ایک عمومی اندازہ کے مطابق چار سے پانچ ہزار تک پہنچ جائے گی، اس سے زائد کا احتمال بہت کم ہے [46]۔ یہ وہ احکامی روایات ہیں جن سے دوسری اور تیسری صدی ہجری میں کبار فقہاء میں سے کسی نہ کسی نے ضرور استدلال کیا ہے اور یہ ان کے علمی حلقوں میں مشہور ومعروف تھیں[47] لیکن ظاہر ہے ان تمام روایات کو تمام فقہاء نے متفقہ طور پر قبول نہیں کیا، بلکہ بعض روایات کسی نے کسی درجہ میں بعض حلقوں میں غیر مستند سمجھی جاتی تھیں، مثلاً حجاز میں موجود تمام روایات کو کوفیوں نے ان تک رسائی کے باوجود[48] قبول نہیں کیا، اسی طرح اس کے برعکس اہل مدینہ نے کوفیوں اور شامیوں کے ہاں معروف روایات میں سے بہت سی روایات کو قبول نہیں کیا۔ اس اعتبار سے دوسری صدی ہجری میں مختلف مکاتب فکر کے ہاں جو احکامی روایات مستند قرار پائیں، وہ مزید کم ہو جاتی ہیں۔ مالکیوں کی مثال کے

لیے مؤطا اگر سامنے رکھی جائے تو ان کی مرفوع روایات سات سو کے قریب ہیں، اور ایک ہزار کے قریب آثار ہیں۔ اسی طرح عراقیوں کے ہاں احکامی احادیث و آثار کی یہ تعداد حجازیوں کی نسبت کچھ زائد ہے جبکہ حجازیوں کے احادیث و آثار کے ذخیرہ (جو مدون فقہ حنفی امام محمد کے سامنے تھا اور انہوں نے اسے روایت بھی کیا ہے) کا قابل ذکر حصہ انہوں نے اپنے اصولوں پر پورا نہ اترنے کی وجہ سے قابل اعتنا نہیں سمجھا[49]۔

## حوالہ جات و حواشی

---

[1] واضح رہے کہ اس تقسیم کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ جن نصوص کو "غیر احکامی" شمار کیا جارہا ہے، ان میں سے کسی نص سے علماء نے کوئی شرعی حکم بالخصوص حلال و حرام سے متعلق حکم اخذ نہیں کیا، بلکہ ان نصوص سے بھی بعض جگہ احکام کا استنباط کیا گیا ہے، بالخصوص شرائع سابقہ کے مصدر فقہ ہونے کی بحث میں قرآنی قصص سے متعلقہ آیات سے بعض مسائل پر کئی فقہاء نے استدلال کیا ہے۔ اس لیے معلوم ہوا کہ احکامی اور غیر احکامی کی تفریق یا تقسیم اہل علم نے اغلبیت کے اعتبار سے کی ہے۔

[2] بعض اہل علم نے کہا کہ صحیحین میں غیر مکرر روایات سات ہزار کے قریب ہیں، جس کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ ابن حجر نے احکامی و غیر احکامی کے اس فرق کو اس طرح بیان کیا ہے: وهذه الجملة تشتمل على الأحكام الشرعية وغيرها من ذكر الأخبار عن الأحوال الماضية من بدء الخلق وصفة المخلوقات وقصص الأنبياء والأمم وسياق المغازي والمناقب والفضائل والأخبار عن الأحوال الآتية من الفتن والملاحم وأشراط الساعة والبرزخ والبعث وصفة النار وصفة الجنة وغير ذلك، والأخبار عن فضائل الأعمال وذكر الثواب والعقاب وأسباب النزول. (دیکھیے: ابن حجر، احمد بن علی (م ۸۵۲ھ)' النکت علی کتاب ابن الصلاح، عمادة البحث العلمي ، الجامعة الإسلامية، المدينة المنورة، ط أول، ۱۹۸۴ء، ج ۱، ص ۲۹۹)

[3] آیات کی تعداد کے بارے میں مشہور یہی ہے کہ یہ ۶۶۶۶ ہیں، لیکن بعض اہل علم اس سے کچھ کم تعداد بیان کرتے ہیں۔ یہ اختلاف حقیقی نہیں بلکہ صوری ہے کیونکہ جو حضرات اس عدد سے کم تعداد بتاتے ہیں ان کا موقف یہ نہیں کہ کچھ آیات قرآن میں زائد ہیں بلکہ دو گتوں کے درمیان جو آیات موجود ہیں، ان پر سب کا اتفاق ہے، تاہم بعض جگہ پر یہ اختلاف پیدا ہوا ہے کہ یہاں وقفِ آیت ہے یا نہیں، اور اسی سے تعداد کی کمی بیشی کا مسئلہ

زیر بحث آیا ہے۔ مثلاً جیسے بعض اہل علم کا سورۃ الفاتحہ کی آیت انعمت علیھم پر اختلاف ہے کہ یہاں وقفِ آیت ہے یا نہیں۔

[4] احکامی آیات کی تعداد کتنی ہے؟ اس بارے میں اہل علم کے مختلف اقوال مروی ہیں۔ زیادہ معروف یہی ہے کہ یہ پانچ سو کے لگ بھگ ہیں، جیسا کہ امام غزالی نے لکھا ہے :إنه لا يشترط معرفة جميع الكتاب بل ما تتعلق به الأحكام منه وهو مقدار خمسمائة آية (دیکھیے: المستصفیٰ فی علم الاصول، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ص ۳۴۲)۔

[5] یہاں یہ بھی واضح رہے کہ بعد کے ادوار میں سند کے بدلنے سے حدیث کی تعداد بڑھ جاتی تھی، جب کہ متن ایک ہی ہوتا تھا۔ اس لیے جن محدثین کے بارے میں یہ ذکر ملتا ہے کہ ان کے پاس لاکھوں حدیثیں تھیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے پاس لاکھوں متون تھے، بلکہ اسناد لاکھوں میں تھیں، جب کہ متون چند ہزار سے زیادہ نہ تھے۔

[6] یہاں اس سے مراد وہ صحیح اور مرفوع احادیث ہیں جن کی صحت وثبوت پر علماء نے کسی نہ کسی درجہ میں اعتماد کیا ہے جب کہ موضوع روایات اس میں شامل نہیں ہیں۔

[7] جیسا کہ شاہ ولی اللہ "حجۃ اللہ البالغہ" میں لکھتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ موجود تھے (شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم (م ۱۱۷۶ھ)، حجۃ اللہ البالغۃ، دار احیاء العلوم، بیروت، طبع دوم ۱۹۹۲ء، ج ۲، ص ۱۲۰)۔

[8] دیکھیے: حاکم، محمد بن عبد اللہ، (م ۴۰۵ھ) **المدخل إلی کتاب الإکلیل،** دار الدعوۃ، الاسکندریۃ، **س ن**، ص ۳۴۔( وقد روى عنه من أصحابه أربعة آلاف رجل وامرأة)

[9] مرویات کا اضافہ راقم کی طرف سے ہے۔

[10] واضح رہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ مرویات ضعف اور تکرار سے خالی نہیں ہیں۔ امام احمد نے اپنی مسند میں آپ کی کل روایات ۳۸۴۸ نقل کی ہیں اور ان میں بھی لفظاً و معناً مکررات موجود ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بقی بن مخلد نے آپ کی ۵۳۷۴ روایات اپنی مسند میں نقل کی تھیں۔ آپ کی ۲۲۱۸ روایات کتب ستہ اور مؤطا (یعنی ساتوں کتابوں میں متفق علیہ کی حیثیت سے) موجود ہیں۔ صحیحین میں آپ کی ۶۰۹ روایات نقل کی گئی ہیں، جن میں سے ۳۲۶ متفق علیہ ہیں، جب کہ ۹۳ صرف بخاری میں اور ۱۹۰ صرف مسلم میں ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: البرھان فی تبرئۃ ابی ھریرہ من البھتان ، از: ناصر عبد اللہ عبد العزیز، ط ۲۰۱۳ء؛ دفاع عن ابی ھریرۃ، از: عبد

المنعم صالح العلی العزی، دار القلم، بیروت، ط ۱۹۸۱)۔ علاوہ ازیں حضرت ابو ہریرہؓ کی اکثر روایات دوسرے صحابہ سے بھی مروی ہیں۔ ایک معاصر محقق محمد یمانی نے اس موضوع پر تحقیق کرتے ہوئے یہ رائے دی ہے کہ حدث کی مشہور کتب تسعہ (یعنی کتب ستہ کے ساتھ مؤطا، مسند احمد، اور دارمی) میں حضرت ابو ہریرہؓ کی صرف آٹھ احادیث ایسی ہیں جو ابو ہریرہؓ کے علاوہ کسی اور صحابی سے مروی نہیں (اور ان آٹھ کی انہوں نے نشاندہی بھی کی ہے)، جب کہ ان کی باقی ساری روایات دیگر صحابہ سے بھی روایت ہوئی ہیں۔ (دیکھیے:
(www.ahlahadeeth.com (last seen: 04.11.2013.

[11] ابن حزم، اسماء الصحابہ الروّاۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۲ص۳۷تا۴۲۔

[12] مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ؛ ابن الجوزی، عبد الرحمن، تلقیح فہوم الاثر فی عیون التاریخ والسیر، دار ارقم، بیروت، ۱۹۹۷۔

[13] بخاری، محمد بن اسماعیل، (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، ، دار السلام، الریاض، طبع ۱۹۹۸ء، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ۔ حضرت انسؓ نے اسی حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث مجھے اس بات سے روکتی ہے کہ میں تمہیں بکثرت حدیثیں بیان کروں (ایضاً)۔ اور حضرت زبیر کے بیٹے عبد اللہ نے جب والد سے کہا کہ آپ کیوں نہیں ہمیں اس طرح [بکثرت] حدیثیں بیان کرتے جس طرح فلاں فلاں صحابہ بیان کرتے ہیں تو انہوں نے بھی مذکورہ بالا حدیث بیان کرتے ہوئے عذر پیش کر دیا (ایضاً)۔

[14] ابن سعد ' محمد بن سعد بن منیع (م ۲۳۰ھ) ' کتاب الطبقات الکبیر ' دار الصادر ' بیروت، س ن ' ج ۶، ص ۱۱۰۔

[15] ابن مبارک، عبد اللہ، الزہد والرقائق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، س ن، ص ۲۰۔

[16] احمد بن محمد بن حنبل، مسند، بیروت، عالم الکتاب، طبع اول، ۱۹۹۸ء، ج ۴، ص ۳۶۶۔

[17] شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء، ص ۶۔

[18] یہاں یہ بھی واضح رہے کہ بعد کے ادوار میں سند کے بدلنے سے حدیث کی تعداد بڑھ جاتی تھی، جب کہ متن ایک ہی ہوتا تھا۔ اس لیے جن محدثین کے بارے میں یہ ذکر ملتا ہے کہ ان کے پاس لاکھوں حدیثیں تھیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے پاس لاکھوں متون تھے، بلکہ اسناد لاکھوں میں تھیں، جب کہ متون چند ہزار سے زیادہ نہ تھے۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

[19] دیکھیے: المستصفی فی علم الاصول، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ص ۳۴۲۔

[20] جیسا کہ اگلے عنوان کے تحت دی گئی تفصیل سے واضح ہو گا۔

[21]اس سلسلہ میں اہل علم کے کچھ اقوال ملاحظہ فرمائیں:

I. فإن قيل فما تقول فيما رواه أبو علي الضرير أنه قال قلت لأحمد بن حنبل كم يكفي الرجل من الحديث يكفيه مائة ألف قال لا قلت مائتا ألف قال لا قلت ثلاثمائة ألف قال لا قلت أربعمائة ألف قال لا قلت خمسمائة ألف؟ قال أرجو.(ابن بدران، عبد القادر بن احمد، المدخل الی مذهب الامام أحمد بن حنبل، دار الكتب العلمية، بیروت، ۱۹۹۶، ص ۱۹۳)

II. وقال محمد بن حمدويه سمعت البخاري يقول أحفظ مائة ألف حديث صحيح وأحفظ مائتي ألف حديث غير صحيح (ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری، دار المعرفة بیروت، ط ۱۳۷۹ھ، (مقدمہ)، ج ۱، ص ۴۸۷)

[22] جیسا کہ ابن بدران اس شبہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ولا يخفاك أن لفظ الحديث عند السلف أعم مما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم ومن آثار الصحابة والتابعين وطرق المتون وإلا فالأحاديث المروية لاتصل إلى عشر هذا العدد. وغاية ما جمعه الإمام أحمد في مسنده الذي أحاط بالأحاديث ثلاثين ألفا وغاية ما ضمه إليه ابنه عبد الله عشرة آلاف حديث فكان مجموعه أربعين ألفا فتنبه لذلك. (ابن بدران، المدخل الی مذهب الامام أحمد بن حنبل، ص ۱۹۴)۔ نیز امام ابن تیمیہ نے اس شبہ کی تردید کرتے ہوئے یہ بات نقل کی ہے: لفظ الحديث عندهم يدخل فيه آثار الصحابة والتابعين وطرق المتون كالكتب المصنفة (دیکھیے: ابن تیمیہؒ ' احمد بن عبد الحلیم (م ۷۲۸ھ)' المسودة فی اصول الفقہ، قاہرہ، س ن، ص ۴۶۰)۔ اور کئی اہل علم نے اس کی توضیح اسی طرح کی ہے، مثلاً دیکھیے ابن الجوزی کی "صید الخاطر" کی فصل، عدد الحدیث۔

[23] ذہبی' محمد بن احمد بن عثمان (م ۷۴۸ھ)' سیر اعلام النبلاء، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت ، طبع ۱۴۰۵ھ، ج ۱۰، ص ۵۴۔ متعلقہ عبارت یہ ہے: سئل الشافعي كم أصول الاحكام ؟ فقال: خمس مئة. قيل له: كم أصول السنن ؟ قال: خمس مئة. قيل له: كم منها عند مالك ؟ قال: كلها إلا خمسة وثلاثين حديثا. قيل له: كم عند ابن عيينة ؟ قال: كلها إلا خمسة۔

[24]ابن حجر کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے: فأما ما يتعلق بالأحكام خاصة. فقد ذكر أبو جعفر محمد بن الحسين البغدادي في كتاب التمييز له عن الثوري وشعبة ويحيى بن سعيد

القطان وابن مهدي وأحمد بن حنبل وغيرهم: أن جملة الأحاديث المسندة عن النبي صلى الله عليه وسلم- يعني الصحيحة بلا تكرير - أربعة آلاف وأربعمائة حديث. (دیکھیے: ابن حجر، النکت علی کتاب ابن الصلاح، ج ۱، ص ۲۲۹، ۳۰۰۔ واضح رہے کہ کتاب ہٰذا کے محقق نے بغدادی کی اس روایت کو محل نظر قرار دیا ہے، نیز احکامی روایات کے حوالے سے خود امام احمد سے آٹھ سو اور ایک ہزار کے اقوال بھی مروی ہیں، جیسا کہ آگے مذکور ہے)۔

[25] ایضاً۔ خود ابن راہویہ نے یحییٰ بن سعید سے یہ تعداد آٹھ سو بیان کی ہے جیسا کہ اگلے حوالہ جات کے تحت مذکور ہے۔

[26] ایضاً، متعلقہ عبارت ملاحظہ ہو: وقال أحمد بن حنبل: وسمعت ابن مهدي يقول: الحلال والحرام من ذلك ثمانمائة حديث وكذا قال إسحاق بن راهويه عن يحي بن سعيد.

[27] ودل عليه قول أحمد أن الأصول التي يدور عنها العلم عن النبي صلى الله عليه و سلم ينبغي أن يكون ألفا أو الفا ومائتين (دیکھیے: ابن تیمیہ، المسودة فی اصول الفقه، ص ۴۶۰، قاہرہ)

[28] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، رسالة أبي داود إلى أهل مكة وغيرهم في وصف سننه، دار العربية ، بیروت، ص ۲۶، ۲۷۔ محل استدلال عبارت یہ ہے: وذكر أن ابن المبارك قال السنن عن النبي صلى الله عليه و سلم نحو تسعمائة حديث فقيل له إن أبا يوسف قال هي ألف ومائة قال ابن المبارك أبو يوسف يأخذ بتلك الهنات من هنا وهنا نحو الأحاديث الضعيفة

[29] وذكر القاضي أبو بكر ابن العربي أن الذي في الصحيحين من أحاديث الأحكام نحو ألفي حديث. ابن حجر، النکت، ج ۱، ص ۳۰۰۔

[30] وقد ألفته نسقا على ما وقع عندي فإن ذكر لك عن النبي صلى الله عليه و سلم سنه ليس مما خرجته فاعلم أنه حديث واه إلا أن يكون في كتابي من طريق آخر فإني لم أخرج الطرق لأنه يكبرعلى المتعلم ولا أعرف أحدا جمع على الاستقصاء غيري ------ وهو كتاب لا ترد عليك سنة عن النبي صلى الله عليه و سلم بإسناد صالح إلا وهي فيه إلا أن يكون كلام استخرج من الحديث ولا يكاد يكون هذا (دیکھیے: ابوداؤد، رسالة، ص ۲۶، ۲۸)۔

[31] اس سلسلہ میں یہ ابواب ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں: كتاب العلم، كتاب الفتن، كتاب المهدى، كتاب الملاحم، كتاب السنة، كتاب الادب۔ان ابواب میں کم وبیش ایک ہزار سے زائد روایات وارد ہوئی ہیں۔

[32]اس سلسلہ میں ناصر الدین البانی کی ضعیف ابی داؤد بھی بطور مثال دیکھی جاسکتی ہے۔

[33] ابن حجر، النکت، ج۱، ص ۳۰۰۔

[34]ابن القیمؒ، محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین عن رب العالمین، القاہرہ: مکتبہ الکلیات الازھریۃ، طبع ۱۹۶۸ء، ج۲، ص۲۵۷،

[35]بعض اہل علم نے غیر مکرر روایات کی تعداد چار ہزار بیان کی ہے جس پر حافظ ابن حجر نے نقد کرتے ہوئے یہ تعداد ۲۶۰۲ بیان کی ہے۔( فجميع ما في صحيح البخاري من المتون الموصولة بلا تكرير على التحرير ألفا حديث وستمائة حديث وحديثان) دیکھیے: ابن حجر، فتح الباری، دار المعرفۃ بیروت، ط۱۳۷۹ھ، ج۱، ص ۴۷۷۔

[36] مذکورہ بالا سنن اربعہ میں ایک بڑی تعداد میں مکررات بھی ہیں، مثلاً سنن نسائی میں حدیث: انما الاعمال بالنیات مختلف فقہی مسائل کے استنباط کے لیے ۱۶ مرتبہ ذکر ہوئی ہے۔ اسی طرح امام ابوداؤد نے بھی اپنی سنن میں مکررات کے وجود کا اعتراف کیا ہے، دیکھیے: ابوداؤد، رسالۃ، ص ۲۳۔

[37]عالم الکتاب بیروت کے نسخہ کے مطابق اس میں کل تعداد روایات ۲۸۱۹۹ ہے اور موٗسسۃ الرسالۃ، بیروت کے مطابق روایات کی کل تعداد ۲۷۶۴۷ ہے۔

[38]اس لیے کہ ان میں سے بعض محدثین کے تو آپؒ براہ راست استاد/ شیخ بھی تھے۔ علاوہ ازیں خود امام احمد کے حوالے سے یہ بات ذکر کی جاتی ہے کہ ان کے نزدیک بھی احکامی اور اصولی نوعیت کی احادیث کی تعداد ایک ہزار سے بارہ سو کے درمیان تھی۔(دیکھیے: ابن تیمیہ، المسودۃ فی اصول الفقہ، قاہرہ، س ن، ص ۴۶۰،)

[39]محمد بن حبان بُستی سجستانی( ۲۸۰۔۳۵۴ھ) کی صحیح میں احادیث کی کل تعداد شعیب ارناؤوط کی تحقیق کے مطابق ۷۴۹۱ ہے مگر اس تعداد میں مکررات بھی شامل ہیں۔اسی طرح امام حاکم (محمد بن عبد اللہ نیشاپوری ۳۲۱۔۴۰۵ھ) کی المستدرک میں دار الفکر، بیروت کے نسخہ کے مطابق روایات کی کل تعداد ۸۹۸۳ ہے اور اس میں مکررات بھی شامل ہیں۔مکررات کے بغیر ان دونوں میں روایات کی تعداد راقم کے عام اندازے کی رو سے کم وبیش چار ہزار کے قریب ہی بنتی ہے۔

[40]اس اشتراک کی ایک جدید مثال محقق محمد امین نے "حرف" کمپنی کی کتب تسعہ پر موجود سی ڈی کی مدد سے اس طرح پیش کی ہے کہ مؤطا کی ۷۳۲ مرفوع روایات میں سے بخاری یا مسلم میں ۷۱ فیصد (یعنی ۵۱۷ روایات) اشتراک کے ساتھ موجود ہیں جبکہ سنن نسائی کی ۵۳۵۲ مرفوع روایات میں سے بخاری یا مسلم میں ۶۸ فیصد (یعنی ۳۶۲۲ روایات)، ابوداؤد کی ۴۳۲۶ مرفوع روایات میں سے بخاری یا مسلم میں ۴۷ فیصد (یعنی ۲۰۳۳ روایات)، سنن ترمذی کی ۳۷۳۵ مرفوع روایات میں سے بخاری یا مسلم میں ۴۶ فیصد (یعنی ۱۷۰۲ روایات) اشتراک کے ساتھ موجود ہیں۔ (دیکھیے: محمد امین، مقالہ: عدد الحدیث الصحیح، (ملتقیٰ اھل الحدیث) (www.ahlahadeeth.com

[41] وذكر القاضي أبو بكر ابن العربي أن الذي في الصحيحين من أحاديث الأحكام نحو ألفي حديث. ابن حجر، النکت، ج ۱، ص ۳۰۰۔ ایک معاصر عرب محقق کے بقول صحیحین کی کل غیر مکرر روایات ۲۹۸۰ ہیں (دیکھیے: محمد امین، مقالہ: عدد الحدیث الصحیح، ملتقیٰ اھل الحدیث www.ahlahadeeth.com)۔ اور اگر ان میں سے غیر احکامی کو الگ کیا جائے تو پھر احکامی کی تعداد ابن عربی کے اندازے سے بھی کم رہ جاتی ہے۔

[42]اور محقق کے بقول ان میں سے اکثر ضعیف ہیں۔

[43]اور محقق کے بقول ان میں سے ۵۰۰ سے زائد روایات ضعیف ہیں۔

[44]دیکھیے: محمد امین، مقالہ: عدد الحدیث الصحیح.

[45]ایضاً

[46]اس کی تائید متاخرین کی ان کتب سے بھی ہوتی ہے جو احادیث احکام کے حوالے سے مرتب کی گئی ہیں۔ بطور مثال اس سلسلہ کی چند مشہور کتب اور ان میں موجود احکامی روایات کی تعداد ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

1)المنتقى من السنن المسندة، (مؤلف: عبد الله بن علي بن الجارود أبو محمد النيسابوري) احادیث: ۱۱۱۴

2)عمدۃ الاحکام،( مؤلف: عبد الغنى المقدسى، م600هـ ) احادیث: ۴۲۲ (انہوں نے صرف صحیحین سے اختصار کے ساتھ احادیث کا انتخاب کیا ہے)

3)بُلُوغُ اَلْمَرَامِ مِنْ أَدِلَّةِ اَلْأَحْكَامِ ( مؤلف: الحافظ ابن حجر العسقلاني) احادیث:۱۵۶۸(جن میں ایک سو سے زائد غیر احکامی روایات بھی ہیں، مثلاً دیکھیے: کتاب الجامع، حدیث نمبر۱۴۳۶ سے آخر تک)

4)الالمام بأحاديث الأحكام، (المؤلف: تقي الدين أبو الفتح محمد بن علي بن وهب بن مطيع القشيري ، المعروف بابن دقيق العيد، م: 702ھ)،احادیث: ۱۶۳۲۔

5)خلاصة الأحكام في مهمات السنن وقواعد الإسلام (المؤلف : أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي، م: 676ھ) احادیث:۳۸۸۳۔

6)المحرر في الحديث، (المؤلف: شمس الدين محمد بن أحمد بن عبد الهادي الحنبلي، م : 744ھ)،احادیث:۱۳۰۴۔

7)المنتقیٰ، (المؤلف : لمجد الدين أبي البركات ابن تيمية، ت: 652ھ)، احادیث: ۵۰۲۹۔اس میں کتب ستہ، مسند احمد، دار قطنی، بیہقی وغیرہ سبھی اہم مصادر سے احادیث لی گئی ہیں اور آثار صحابہ کا بھی ایک حصہ اس میں موجود ہے۔احادیث احکام پر غالباً سب سے جامع اور اہم کتاب یہی ہے۔اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ امام شوکانی نے ''نیل الاوطار'' کے نام سے اس کی ضخیم شرح لکھی ہے جو بعض علمی حلقوں میں خاصی مقبول ہے۔

[47] بعض اہل علم نے یہاں ایک اہم نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ احادیث کی تعداد کم و بیش یہی چند ہزار رہے جو دوسری اور تیسری صدی ہجری کے علماء کے ہاں نہ صرف متداول تھیں بلکہ انہیں مستند اہل علم نے اپنے مجموعہ جات میں محفوظ بھی کر لیا تھا۔لہٰذا ان کے بعد کے مجموعہ جات (جیسے ابن عساکر کی تاریخ جو حال ہی میں طبع ہو کر سامنے آئی اور صدیوں اہل علم کی دسترس سے دور رہی)، سے کوئی صاحب ایسی روایت پیش کریں جس کی اصل دوسری اور تیسری صدی ہجری کے مشہور و متداول مجموعہ جات میں نہیں ملتی تو وہ روایت صریح محل نظر ہے۔اگر اس روایت کا تعلق حلال و حرام (احکام) سے ہے تو سنگینی اور بڑھ جاتی ہے۔امام بیہقی (م ۴۵۸ھ) کے حوالے سے حافظ ابن صلاح نے اس نکتہ کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے: بأن الأحاديث التي قد صحت أو وقفت بين الصحة والسقم قد دونت وكتبت في الجوامع التي جمعها أئمة الحديث . ولا يجوز أن يذهب شيء منها على جميعهم وإن جاز أن يذهب على بعضهم لضمان صاحب الشريعة حفظها (قال البيهقي ) : فمن جاء اليوم بحديث لا يوجد

عند جميعهم لم يقبل منه ومن جاء بحديث معروف عندهم : فالذي يرويه لا ينفرد بروايته والحجة قائمة بحديثه برواية غيره(ابن صلاح، عثمان بن عبد الرحمن الشهرزوري، مقدمہ، مکتبۃ الفارابي، ط اول 1984م، ص ٦١)

[48] رسائی کا لفظ یہاں اس لیے بولا گیا ہے کہ صاحبین بالخصوص امام محمد کے دور میں حجاز کا حدیثی ذخیرہ ان کی دسترس میں آچکا تھا، امام محمد کی مؤطا اور الحجہ اس کی واضح مثالیں ہیں۔

[49] اس تجزیہ سے معلوم ہوا کہ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں احکامی احادیث کی تعداد مجموعی طور پر کم وبیش چار ہزار تھی، جس کا ایک حصہ حجازیوں نے مستند سمجھا اور اس سے استدلال کیا، ایک حصہ عراقیوں نے مستند سمجھتے ہوئے اس سے استدلال کیا اور ایک حصہ ایسا بھی تھا جو شام، مصر اور دیگر بلاد اسلامیہ میں موجود اہل علم کی دسترس میں تھا اور انہوں نے اسے معتبر سمجھتے ہوئے اس سے استفادہ کیا۔

********